OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u14.v6.02(22)148-164

عہدِ نبوی ﷺ کے تمدنی رُسومات کا تجزیاتی مطالعہ (مأکولات، مشروبات اور ملبوسات)

An Analytical Study of the Cultural Rituals of the Prophet's Time
(Foods, Beverages and Clothes)

QARI ABDUL NASIR
Ph D Islamic Scholar The University of Faisalabad & Lecturer of Islamic Studies at the Government College University Faisalabad.
Email: qariabdulnasir6@gmail.com

ZIA AHMAD HASHMI
Ph D Islamic Scholar The University of Faisalabad & Lecturer of Islamic Studies at FAST National University, Faisalabad Campus.
Email: ziashahhashmi@gmail.com.pk

MUHAMMAD QASIM
Ph D Islamic Scholar The University of Faisalabad.
Email: m.qasim2937@gmail.com

Received on: 10-05-2022 Accepted on: 14-06-2022

Abstract

I begin with the name of Allah, the Most Gracious, the Merciful. All praise is due to the Holy One who is the Sustainer of all tears and all kinds of creatures. Millions of blessings and peace be upon the Muhammad (swa), his Alles and his companions. The fact of the matter is that I find it so difficult to work on any aspect of the life of the Prophet(swa) that I walk with my feet on a bare sword. Why is it that at any time a word may come out of the mouth of a biographer which is not acceptable to the Prophet (swa)? And it should be rejected from the Holy shrine. Did any of the lovers of the Prophet (swa) say well that every deed and action that Mustafa (swa) is able to do is in fact the same Sira?. The biographer must have the God of love and the love of Mustafa (swa)otherwise he cannot be a biographer. By the grace and mercy of Allah, I have tried to mention briefly the most famous of the cultural rites of the Prophet(swa). In general, there are three types of rituals mentioned in the Prophets time. No.1 of the Prophets meales era.No.2 of the Prophets drinks era. No.3 of the Prophes cloths era. What were the drinks of that time? and what counted as drinks. All the springs of Makkah and Madinah have been discussed. And the names of different springs are also mentioned with argument. The fountain of Hazrat Abu Ayyub Ansari is also mentioned. costumes of the Prophet (swa) have been discussed as needed. Different types of clothing of this era, different names, Makkey dress, especially Madni dress have been highlighted a lot. Especially the blessed clothes of Muhammad (swa) have been described in a beautiful and charming way. Also the blessed turban of the Muhammad (swa) the decoration of the article. Then the fragrances and perfumes of the Prophets time are mentioned. Then the ornaments of the Prophet (swa) are brought. May Allah Almighty be your protector and helper.

Keywords: Analytical Study, Cultural, Rituals, Prophet's Time.

تعارف:

یہ ایک حقیقت ہے کہ لفظِ: "تمدن" کی بہت سے تعارف مختلف کتابوں میں موجود ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

تمدن کا مفہوم: اس لفظ کا مادہ م، د، ن ہے۔ اس سے مدنیّت، مدینہ اور تمدن وغیرہ کئی قسم کے الفاظ نکلتے ہیں۔ لفظ تمدن کا اصل معنی حقیقت میں "رہن سہن" کے ہوتے ہیں لیکن وسیع تر معانی میں یہ لفظ کسی بھی قوم کے علوم وفنون، آرٹ، ادب، لٹریچر، باہمی معاشرت، عمارات اور فنِ تعمیر یہاں تک کہ اُس قوم کی سیاست اور تاریخ پر بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ تمدن کسی علاقہ یا قوم کی طرزِ معاشرت کا نام ہوگیا۔ اس میں وہ تمام تر امور شامل ہیں جو ہماری معاشرت اور مادی زندگی سے متعلق ہوں۔ مثلاً پرانی گاڑی کے معمولی پہیے سے لیکر جدید بھاری مشینری تک ہر چیز تمدن کا نظارہ ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے بہت سے تمدنی رسومات کا تذکرہ وَقتًا فَوَقتًا ملتا رہتا ہے۔ اُن میں سے زیادہ مشہور تین طرح کے تمدنی رسومات ہیں۔

واضح رہے کہ کھانا ایک ایسی بنیادی حقیقت ہے کہ جس کو ثابت کرنے کے لیے کسی قسم کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ اِنسان کی زندگی کی بقاء اور اس کا ارتقاء دُونوں کھانے پینے پر مبنی ہیں۔ اور یہ کوئی دُنیاوی یا صرف مادی حقیقت نہیں ہے۔ یہ فطرت کا قانون ہے جس کے پیچھے حکمتِ خداوندی کار فرما ہے۔ قرآنِ مجید اور حدیثِ مبارکہ میں بھی ان دُونوں کا ذکر بہت زیادہ وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ در حقیقت اللہ عزوجل نے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک بنیادی فرق رکھا ہے، وہ اپنی وَحدانیت، قیومیت اور ربوبیت جیسی صفاتِ عالیہ کا ذکر یوں فرماتا ہے:

(قُلْ أَغَيْرَاللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَيُطْعِمُ وَلَايُطْعَمُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)[1] ترجمہ: اے میرے محبوب! صلیٰ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمادیجئے کیا اور کوئی پکڑوں اپنا مددگار اللہ تعالیٰ کے سوا؟ جو بنانے والا ہے آسمان اور زمین کا، اور وہ سب کو کِھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کِھلاتا، فرمادینا کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے بن جاؤں۔ مذکورہ آیتِ مبارکہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں اللہ رحمان نے اپنی مخلوق کو کھانا کِھلانے اور رِزق پہونچانے کا مختلف مقامات میں بکثرت تذکرہ فرمایا ہے۔

عہدِ نبویؐ میں کھانوں کی اقسام:

عہدِ نبوی صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھانے ہوں یا کسی اور دَور کے عام طور پر اُن کو دُو بڑے کھانوں میں تقسیم کرتے ہیں:

اول: دال اور سبزی پر مشتمل کھانے جو جدید اصطلاح میں سبزی-غلہ-اناج خوری (Vegetarian) کہلاتے ہیں۔

دوم: گوشت پر مشتمل کھانے جو عام طور پر گوشت خوری کی اصطلاح رکھتے ہیں، اگرچہ جدید اصطلاح میں اس کو غیر سبزی- غیر اَناج خوری (Non-Vegetarian) کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح دراصل سبزی خوروں کی ایجاد کردہ اور لحمیات کے مخالفین کی ہے کہ وہ بنیادی غذا سبزی-اناج کو بتاتے ہیں اور لحمیات کو اپنے خیالِ خام میں غیر ضروری سمجھتے ہیں یا اُسے انسانی غذائی انحراف قرار دیتے ہیں حالانکہ

لحمیات پر مشتمل کھانے تمام تہذیبوں اور تمدنوں میں اصل تھے اور دینی کتابوں میں بھی ان کا بطورِ اصل غذا تذکرہ ملتا ہے۔
در حقیقت فِطری اِرتقاء کے لحاظ سے بھی سبزی اور اناج انسانی تمدن میں کافی "تاخیر" سے داخل ہوئے کیونکہ ان کی کاشت کی فنی حیثیت انسان نے ارتقاء کے ایک خاص مرحلے کے بعد سیکھی تھی۔ خودرَو پھل اور گوشت اس کی غذا میں شروع سے داخل ہوئے تھے۔اور اسی ترتیب سے امام ابنِ ماجہؒ کتاب الاطعمہ، باب اللحم کی ایک رِوایت میں گوشت کو دنیا اور جنت دُونوں کے باسیُوں کے کھانے کا سردار قرار دیا ہے: (سیدُطَعَامِ اَهْلِ الْدُنْیَا وَاَهْلِ الجَنَةِ اَللحمُ)، نیز امام ابن حجر عسقلانی ؒ نے اپنی مشہور کتاب "فتح الباری" میں حدیث ذکر فرماتے ہیں "سیدُالاِدَامِ فِیْ الْدُنْیَا وَالآخِرَةِ اللَحْمُ"۔[2] قرآنِ مجید، حدیثِ مبارکہ، سیرتِ نبویؐ اور تاریخ میں طعام (کھانے) اپنے وسیع ترین معانی ہی میں استعمال ہوا ہے اوران میں مَن سلویٰ جیسی الٰہی نعمتیں بھی شامل ہیں، پیاز و لہسن اور غلہ واناج جیسی کاشت کارِی کی پیداواریں بھی ہیں اور لحمیات بھی یہ سب کے سب کھانے میں شامل ہیں۔

☆۔لحمیات سے متعلق طعام (کھانے)

قرآن مجید میں لحمیات کا اصلِ اصول بیان کیا گیا ہے جو مویشیوں کی چار قسم کے جوڑوں پر مشتمل ہے۔سورۃُ الانعام کے مطابق یہ آٹھ جوڑے (ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ)، نیز سورۃُالزمر میں بھی ان آٹھ نر و مادہ کے جوڑوں کے بارے میں دلیل ہے۔[3]

۱۔ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ: بھیڑ میں سے دُو جوڑے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نر اور مادَہ

۲۔ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْ اور بکری میں سے دُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نر اور مادَہ

۳۔ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ: اور اُونٹ میں سے دُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نر اور مادَہ

۴۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ: اور گائے میں سے دُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نر اور مادَہ

علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ "آپ علیہ الصلوٰت والسلام نے گوشت کی اقسام میں سے دُنبہ، مرغ، بٹیر (حباریٰ)، اُونٹ، بکری، بھیڑ، خرگوش اور مچھلی کا گوشت تناول فرمایا ہے۔اور یہ گوشت کی اقسام کا ایک عمومی بیان ہے۔[4]

عہدِ نبویؐ کے طعام کا مختصراً جائزہ:

لحمیات: بکری کا گوشت۔زِیادہ تر دَعوتوں اور دیگر تقریبات وغیرہ میں بکری کا گوشت استعمال ہوتا تھا جو کہ درج ذیل ہیں:
دَعوتوں میں بکری کا گوشت،اَزواج مطہرات کے گھروں میں بکری کا گوشت، خاص کر دست کا گوشت: متعدد اَحادیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰت والسلام کو گوشت کے پارچوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ دست تھی۔دیگر کتبِ حدیث میں بھی یہی ہے: اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں گوشت میں سے دَست کا حصہ پیش کیا گیا جو آپ ﷺ کو پسند تھا اور آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ حصہ تناول فرمایا: "اَتیٰ رَسُوْلُ اللهِ بِلَحْمٍ فرفع اِلیهِ الذراع،وکانَتْ تعجبه،فنهس منها نهسة"۔[5]

دیگر لحمیات: عُراق-ہڈی کا گوشت، کُراع-پائے،اُونٹ کا گوشت، بھیڑ کا گوشت،گائے کا گوشت، گھوڑے کا گوشت، پرندوں کا گوشت، بٹیر- گوہ(ضب) کا گوشت، خوگوش (اِرنَب) کا گوشت، ہرن کا گوشت، مچھلی کا گوشت مشہور ہے۔

☆۔ **معمول کا مستقبل طعام:**

عربِ جاہلی سماج اور اسلامی، عربی تمدن میں معمول کا کھانا گوشت روٹی پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ اصل اور مستقل کھانا تھا۔ گوشت دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اس کی جگہ دُوسری چیزیں بطور سالن-اِدَام استعمال کی جاتی تھیں۔ اس طرح رُوٹی کھانا جُزءِ اعظم تھی کہ اس کے بغیر کھانا، نامکمل ہوتا تھا۔ رُوٹی پیٹ بھرنے کا ہمیشہ وسیلہ رہی ہے خواہ کوئی تمدن رہا ہو۔ رُوٹی کی اقسام: گندم کی رُوٹی، جو کی رُوٹی، چپاتی (خبز مرقق) وغیرہ سب شامل ہیں۔

☆۔ **گوشت و سبزی پر مشتمل طعام:**

شوربہ: گوشت میں شوربہ بھی ہوتا تھا جس کو روایات میں "المرق" کہا گیا ہے اور امام بخاریؒ وغیرہ نے اس پر خاص باب باندھا ہے۔ یہ پیاز وغیر مصالحوں پر مشتمل شوربہ بھی ہوتا تھا اور ان کے علاوہ ان میں سبزی ڈال کر بھی سالن بنالیا جاتا تھا۔

طَفَیْشَلُ نامی شوربہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حشیشہ-دشیشہ کھانا بھی تھا، خزیرہ نامی کھانا کا بھی ذکر آیا ہے، حریرہ نامی کھانا بھی تھا، ہریسہ-ہریس نامی کھانا بھی تھا: ان کھانے کا شمار لحمی کھانوں میں ہوتا ہے، یہ گوشت اور کوٹے ہوئے گیہوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا۔ شارحین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے اسی قسم کے معنی اور مفہوم کی تشریحات اپنی شروحات میں کی ہیں۔

☆۔ **غیر لحمی کھانے:**

گوشت کے علاوہ دُوسرے کھانوں میں زرعی اجناس جیسے گیہوں، جو، دالیں، چاول وغیرہ شامل ہوتے ہیں اور دُوسری قسم سبزیوں اور ترکاریوں کی ہے اگرچہ یہ بھی زراعتی چیزیں ہیں لیکن بطورِ سالن وغیرہ ہی استعمال کی جاتی ہیں۔ عربِ جاہلی سماج سے عرصہ دراز پہلے انسان نے غلہ اور اَناج کے ساتھ سبزیوں کو پیدا کرنے اور کاشت کرنے کا فن سیکھ لیا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے میدانی علاقوں، نخلستانوں اور دُوسری زرخیز زمینوں میں مختلف اَناج اور ترکاریاں اُگائی اور کھائی جاتی تھیں۔ اور اُن کی مختلف علاقوں سے درآمد بھی ہوتی تھی جن میں عرب کے علاقوں کے علاوہ قریبی ممالک شام اور عراق وغیرہ شامل تھے۔ اندرونِ عرب مدینہ منورہ، خیبر، اس کی ماتحت بستیاں، فدک، تیماء، وادی القریٰ وغیرہ خاص کر زرعی علاقوں میں شمار ہوتے تھے۔ ثرید غیرِ لحمی، ستو-سویق، سادہ سالن، سرکہ (الخل)، رُوٹی اور تیل کا سالن، چربی والا سالن، گھی والا سالن، سبزی اور ترکاری والا سالن بھی اس زمانے کا بہت ہی مشہور اور معروف سالن سمجھا جاتا تھا۔ سورۃُ البقرۃ کی آیت نمبر ٦١، اس پر دلالت کرتی ہے۔[6]

☆۔ **سبزیوں پر مشتمل طعام:**

عہدی نبویؐ کی مختلف سبزیوں (خضروات) پر مشتمل ہوتے تھے اور عام اور خاص کے پسندیدہ کھانے تھے جو درج ذیل ہیں: الدباء (لوکی-ترئی)، لوکی-کدو-القرع، لہسن-ثوم، پیاز-بصل، چقندر-سلق، تلبینہ نامی کھانا، حیس نامی کھانا، دُودھ-دہی، دُودھ اور دہی سے بنی غذائیں، اقط-پنیر کا کھانا، مکھن والا کھانا، شیریں کھانا، کھجور بطورِ کھانا، کھجور کا کھانا، خربوزہ-البطیخ، کھجور اور دُودھ سے کھانا، شہد سے کھانا، بیر-کباث۔[7] مذکرہ تمام چیزیں اس زمانے کے سبزیوں سے تیار شدہ کھانا سمجھا جاتا تھا۔

عہدِ نبویؐ میں کھانے کی اوقات:

طعامِ صبح-غَداء: عام طور پراحادیثِ نبویؐ اور روایاتِ سیرت میں سے صرف دُو اوقاتِ طعام-غَداء اور عَشاء کا حوالہ مکی اور مدنی دُونوں اَدوار میں ملتاہے۔ یادرہے کہ ہجرتِ باسعادت کے سفر میں مدینہ مُنورہ سے ایک برید پہلے قیام کرکے آپ ﷺ نے اپنے رفقائے سفرکے ساتھ بکری کا سُوکھا گوشت غَداء میں کھایا تھا۔وُہ راستہ میں ذبح کی ہوئی بکری کا بقیہ حصہ تھا،مدنی دَور میں اس کا تذکرہ زیادہ ملتاہے۔[8]

حضورِ پرنور صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کچھ اَحادیثِ صیام میں ذکرملتاہے کہ صبح صبح آپ ﷺ گھرمیں باہر سے تشریف لاتے اور صبح کا کھانا۔یعنی غَداء طلب فرماتے اوراگروہ موجود نہ ہوتاتو نفلی رُوزہ رکھ لیا کرتے تھےاور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے "غَداء" نہ ملنے کی صورت میں نفلی روزہ رکھ لیااور پھر کہیں سے طعامِ صبح آیا تو تناول فرمالیا۔اسی طرح صحابہ کرام کے صبح کے کھانے۔یعنی غَداء کا ذکر متعدد روایات میں آیاہے۔اور وہ اس کو معمول کا وقتِ طعام کہاجاتاہے۔[9]

غَداءکےواقعات: حضرت موسیٰ اشعریؓ نے ایک مرتبہ دن کے کھانے میں مرغی تناول کی اور حاضرین میں سے ایک شخص کو جو بھوکا تھا،اپنے "غَداء" میں شامل ہونے کی دعوت دی لیکن اس کواس کھانے میں تردد ہوا تو حضرت موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: آؤمیں نے رسولِ مکرم صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواسے کھاتے دیکھاہے: "وَانااجلوسُ عندَه،وهو يَتَغَدّىٰ دَجَّاجًا،وَفِيْ الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلىٰ الْغَداءِ،فَقَالَ:اِنّيْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذرته،فَقَال:هَلُمَّ،فَاِنّي رأيتُ النَّبى صَلّىٰ اللهُ عليه وَسَلَّمَ يأكله"۔[10] اس سے یہ معلوم ہوتاہے کہ عہدِ نبویؐ میں طعامِ غَداء کا زیادہ رواج تھا۔

طعامِ عشاء یعنی رات کا کھانا:

کھانے کا دُوسرا معمول یہ تھا کہ غالبا نمازِ عِشاء کے قریب قریب کھانےکےسبب اس نام سے موسوم ہواتھا۔اسی بنا پر ایک محاورہ عربی زبان میں اور ایک اسلامی حکمِ شریعت میں ایجاد ہوا: "اَلْعَشَاءُ قَبْلَ الْعِشَاءِ" یعنی رات کا کھانا نمازِ عشاء سے پہلے۔یعنی رات کو بھوک لگی ہو اور نمازِ عِشاء کا وقت آجائے تو پہلے کھانا کھانا چاہیے اور نمازِ عشاء بعد میں ادا کرنی چاہیے کیونکہ نماز کی ادائیگی کے لیے سکونِ خاطر ضروری ہے۔اور تمام توجہ ہٹانے والی چیزوں سے فراغت ہونی لازمی ہے، اسی لیے دُوسری ضروریات جیسے حوائجِ ضروریہ سے فراغت بھی نماز سے قبل کرلینی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بذاتِ خود ایک عاشقِ رسول اور شدید متبعِ سنتِ نبویؐ ہیں،وہ بھوک کے وقت پہلے کھانا کھالیتے تھے اور مسجد میں نمازِ جماعت ہوتی رہتی تھی۔اور وہ امام کی قراءت بھی سنتے رہتے تھے،تاہم نماز کو بعد از فراغت ادا کرتے تھے کہ یہی اسلامی اور فطری حکم ہے۔اور اسی معنی اور مفہوم کی تائد میں احادیثِ نبوی صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اورآثارِ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی مختلف اَحادیثِ مبارکہ کی کافی کتابوں میں جابجاملتے ہیں۔[11]

عہدِ نبوی ﷺ کے طعامِ شب:

مختلف فیہ شریعتِ مطہرہ کے کثیر مسائل اوراحکامِ معاشرت کے حوالے سے نبوی طعامِ شب کا تذکرہ ملتارہتاہےملاحظہ ہو:

☆۔شرعی پردہ (حجاب) کے حکم اور عورتوں کے لیے کام سے باہر نکلنے کے حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ بخاری شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ ام المؤمنین حضرت سَودَہ بنتِ زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ میرے باہر نکلنے پر اِعتراض کرتے ہیں،آپ ﷺ نے ضرورت سے باہر نکلنے کی آزادی عطا فرمائی "وَهُوَ فِيْ حُجْرَتِيْ يَتَعَشُ"۔[12] اس کھانے میں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ رسولِ مکرم صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکے دستِ مبارک میں اس وقت "عَراق- شوربہ" تھا جو تناول فرمارہے تھے۔

☆۔مہمانوں کی اچانک آمد پر رسول اللہ ﷺ نے ضیافت کے لیے ان کو اپنے اصحاب میں مختلف لوگوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابو بکرِ صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن میں سے تین کو اپنے گھر لیکر آ ئے اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ اور اہلیہ کو ان کی اضافت کی ہدایت کردی اور خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسولِ مکرم ﷺ کے ساتھ رات کا کھانا کھایا جیسا کہ ان کا رُوزانہ کا معمول معلوم ہوتا ہے: "وَاِن اَبَابكرتعش عندَالنبيِ صَلىٰ اللهُ عَليهِ وَسَلَّمَ ثم لبث حتىٰ صَلىٰ الْعِشاءَ،ثم رجعَ فلبثَ حتىٰ تعشىٰ رسول اللهِ صَلىٰ اللهُ عَلَيِّهِ وسلمَ"۔[13]

☆۔مکی دَور کا اہم واقعہ یہ ہے کہ غارِ ثور میں قیام کے دَوران حضرت اسماء بنتِ ابی بکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دُونوں مہاجرین یعنی رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رات-شام کا کھانا اپنے گھر سے لایا کرتی تھیں جو اُن دُونوں حضرات کے لیے مناسب اور کافی ہوتا تھا۔[14]

عہدِ نبوی ﷺ کے مشروبات:

یہ ایک دانستہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کی بقاء اور ارتقاء دُونوں کے لیے پانی شاید سب سے پہلی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر جینا ہی محال ہے۔ غذا بھی ضرورت ہے مگر دُوسری کہ اس کے بغیر طویل مدت کے لیے بندہ زندہ رہ سکتا ہے۔ بہر حال یہ دُونوں بنیادی انسانی ضرورتیں ہیں۔یہ دُونوں اسی تناسب اور نسبت سے حیوانات اور نباتات کے لیے بھی ضروری ہیں اور انسان کا توان دُونوں سے گہرا تعلق اور رابطہ ہے۔اسی بنا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام زندہ چیزوں کو ہم نے پانی سے پیدا کیا ہے:

(وَجَعَلْنَامِنَ الْمَاءِ كُلَ شَئٍي حَيِّ)۔[15] یعنی ہر زندہ چیز کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے تو اس کی زندگی کی بقاء کا مدار بھی پانی ہی ٹھہرے گا۔اسلامی مرکز، مصدرِ دین وشریعت شہرِ مکہ اور وطنِ مالوفِ نبوی ﷺ کی نسبت سے پانی اور گراں قدر بنا کیونکہ وہ صرف وادی غیرِ ذی زرع ہی نہیں ہے بلکہ بے آب وگیاہ بھی تھا۔ایسے علاقہ اور جہاں میں پانی آبِ حیات بن کر رہتا ہے۔انسانی کاوشوں سے پہلے اور ان کے علاوہ بھی حیاتِ انسانی کا مدار قدرتی آب رسانی اور اُن کے ذرائع اور وسائل پر ہی تھا۔ باران رحمتِ الٰہی سے کہیں کم تھی اور جب بھی ہوتی زندگی کو تباہ کر دیتی اور اس کے پانی کو گڑھوں، تالابوں اور برتنوں میں بھر لیا جاتا، صحراؤں اور ریگستانوں میں قدرت سے چشمے رواں دواں ہوتے اور رواں ہوتے ہی خشک ہو جاتے۔ البتہ شاداب علاقوں میں ان سے شادابی قائم رہتی تھی۔

واضح رہے کہ مکہ معظّمہ کی آبادی تو قدیم ترین رہی ہے اور اس کی بستی روزِ ازل سے وجود رکھتی ہے کہ اولین خانہ الٰہی کی امین ہے اس کی

سیر ابی کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا نے رحمتِ خداوندی کے دروازے کھٹکھٹائے اور حضرت اسماعیلؑ کی پیاس کی بے تاب ایڑیوں کی رگڑنے انہیں چوپٹ کھول دیا۔فرشتہ غیب نے حضور میں آ کرزمزم کا چشمہ حیوانوں کی نعمت سے انسانیت کو نوازا اور آج تک نوازا جارہاہے۔انسانی حرص اور ہُوس نے اس کے چشمہ جاری کو بند کردیا تو مخلص انسانوں کے طبقات نے شہرِالٰہی میں کنوؤں کے جال بچھادیے اوراسی کے ساتھ ایک مردِکار نے اسماعیلی وراثت کی سب سے قیمتی متاع کو اپنے بل بوتے پر پھر کھود نکالا۔یہ چشمہ زمزم کی بازیافت تھی جو آج تک اس امت کے لیے رحمتِ خداوندی کا ایک کرشمہ ہے۔

مکہ مکرمہ کے کنوئیں:

درحقیقت رسولِ مکرم ﷺ کی مکی حیاتِ طیبہ ہو یامدنی زندگی مبارک،دُونوں میں کنوؤں اوراُن کے پانی کی اہمیت نظر آتی ہے۔وہ آب رسانی کے ذرائع بھی تھےاورانسانی ضرورت پوری کرنے کے حیات بخش وسائل بھی۔قبل از بعثت کے زمانے میں بلکہ قدیم جاہلی دَور میں بعض قریشی اکابراور مکی خاندانوں نے مختلف علاقوں میں کنویں(البئار۔جمع بئر) کھودے تھے۔یہ چشمے اُن کی ملکیت تھی مگراستفادہ کاحق سب لوگوں کو تھا۔کنوؤں کا یہ سلسلہ چاہِ زمزم کے گم ہونے سے قبل شروع ہواتھاکہ اپنی تمام آفاقی صلاحیتِ سیر ابی کے باوجود،وہ زمانے کے باسیوں کی پیاس نہیں بجھاسکتا تھا۔ان کے علاوہ اور بھی اسباب تھے ،جاہلی دَور کے سوانح نگاروں اورسیرت نگاروں نے ان کنوؤں کاتذکرہ کیاہے۔یہ عام طورپرآٹھ کنویں ہیں جو مختلف مقامات پر قائم ودائم تھے جوکہ مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ ہوں:

۱۔سَجْلَۃٌ: اسد بن ہاشم کا کندہ کنواں تھا مگر بنونوفل کے مطعم بن عدی نے اسے خریدلیااور بنوہاشم اسے ہدیہ سمجھتے تھے۔

۲۔اَلْطُّوِیٰ: یہ عبدِشمس بن عبدِمناف نے بالائی مکہ میں واقع محلّہ "البیضاء"میں کھودا تھا۔یہ کافی حدتک بڑا کنواں تھا۔

۳۔بَذّرٌ: یہ ہاشم بن عبدِمناف نے شعبِ ابی طالب کے دہانے کے قریب کھودا تھا۔یہ بھی مشہور ومعروف کنواں تھا۔

۴۔اُمِ اِحْرَادٌ: یہ عبدالدار کے خاندانِ قریش کا مشہور کنواں تھا،اور یہ خاص چاہ ایک خاتون کے نام سے منسوب تھا۔

۵۔اَلْحَضَرٌ: یہ اُمیہ بن عبدِشمس نے اپنی ذاتی ضروریات کے لیے بڑی محنت سے کھودا تھا۔یہ بھی کافی بڑا کھواں تھا۔

۶۔سَقِیَۃٌ: یہ بنواسد بن عبدالعزیٰ کے خاندانِ قریش کا کنواں تھا اور یہ ان کے علاقے میں تھا۔

۷۔اَلْسُنْبُلَۃٌ: یہ قریش کے خاندان بنوجمح کے سردار خلف بن وہب کا کھودا ہوا کنواں تھا۔

۸۔اَلْغُمْرٌ: یہ قریش کے ایک اور خاندان بنوسہم کا کنواں تھا جو ان کے اکابرین نے کھودا تھا۔

مذکورہ تمام کنوؤں کے بارے میں دُو باتیں واضح ہوتی ہیں:ایک یہ ہے کہ وہ مکہ کے اندرونی علاقوں میں ان کے مالکوں کے خطوں میں واقع تھے۔دُوسری بات یہ ہے کہ قریش کے تمام اہم خاندانوں نے اپنے اپنے کنوئیں کھودرکھے ہوئے تھے۔

مذکورہ ناموں سے قریش کے آٹھ مشہور خاندانوں کا صاف پتہ چلتاہے اور دیگر خاندانوں کے کنوئیں ان کے علاوہ تھے۔[16]

مدینہ منورہ کے کنوئیں:

واضح رہے کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد رسولِ مکرم ﷺ کا دس سالہ قیام،مدینہ منورہ میں رہااور اس دَوران آپ ﷺ نے شہرِ پرنور

کے متعدد کنوؤں کا پانی استعمال فرمایا جس طرح مکہ مکرمہ کے ۵۳ سالہ قیام وسکونت کے دَوران آپ ﷺ نے چاہِ زمزم اور دُوسرے کنوؤں کا پانی نُوش فرمایا تھا۔مدینہ منورہ کے اندرونی علاقوں اور بیرونی حصار میں متعدد کنوئیں تھے جن کا پانی بہت شیرین، ٹھنڈا، لذیذ اور دِل پسند تھا۔ان میں سے چند کنوئیں خاص مشہور تھے اور بعض اتنے معروف نہ تھے۔وہ تمام کے تمام نجی اور شخصی ملکیت میں تھے۔اور ان کے مالکان میں سے بعض اُن کے پانی کو بیچتے تھے اور بعض کنوؤں کا پانی اگرچہ خرید وفروخت کی چیز نہ تھا تاہم اس کا حصول مالکان کی اجازت پر منحصر ہوتا تھا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور اصحابِ کرام کے پانی نُوش فرمانے کے حوالے سے ان کنوؤں کا ذکر آتا ہے۔مدینۃُ الرسول ﷺ کے مشہور کنوئیں مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ فرمالیں:

۱۔بَیرُحَاءَ: یہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے اموال پر مشتمل اراضی کا مالک حضرت ابوطلحہ انصاری ؓ کا وہ سب سے محبوب مال تھا ،اور وہ مسجدِ نبویؐ کے سامنے تھا۔آپ ﷺ اکثر وبیشتر وہاں تشریف لے جاتے اور پانی نُوش فرماتے تھے۔[17]

۲۔بئرِرُوْمَۃ: دُوسرا مشہور ترین مدنی کنواں تھا۔وہ وادی عقیق میں واقع تھا جو مدینہ منورہ کی اصل بستی کے قریب ہی تھی۔اس کی ملکیت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک وہ قبیلہ مزینہ کے کسی شخص کی اراضی میں واقع تھا۔بعض روایت کے مطابق وہ حضرت دومۃُالغفاری ؓ کی ملکیت میں تھا۔اس کا پانی بہت شیرین اور ٹھنڈا ہوتا تھا۔

۳۔بئرِجَاسِمۃ: یہ مشہور سابقینِ اولین میں اہم ترین انصاری صحابی حضرت ابوالہیثم بن التیہان ؓ کا کنواں تھا جو ان کے باغ (حائط) کے درمیان میں واقع تھا۔حافظ ابن حجرؒ نے اس کنواں سے استفادہ نبویؐ کی روایت واقدیؒ سے لی ہے فتفکر۔

۴۔بُیُوْتُ اَلْسَقْیَاءَ: نامی ایک عمدہ،شیرین اور ٹھنڈے پانی کا کنواں یا چشمہ تھا۔رسولِ اکرم ﷺ کو اس کا شیرین پانی فراہم کیا جاتا تھا حالانکہ یہ چاہ امام ابن قتیبہؒ کے بقول مدینہ منورہ سے دودِن کی مسافت پر واقع تھا۔[18]

۵۔بئرِعِرْسْ: یہ بھی ایک کنواں کا نام تھا جو کافی میٹھا پانی رکھتا تھا۔غالبًا یہ بھی شہرِ مدینہ منورہ سے کافی صلے پر واقع تھا۔

۶۔بئرِمَالِکْ: مالک بن النظر انصاری ؓ اپنے مالک کی طرف نسبت رکھتا تھا اور اُن کے نام سے جانا جاتا تھا،اس کا کوئی اور مخصوص نام نہ تھا۔اس کے مالک مشہور خادمِ نبوی صحابی حضرت انس بن مالک ؓ کے والدِ ماجد اور حضرت امِ سُلیم بنتِ ملحان انصاری ؓ کے پہلے شوہر تھے۔وہ غالبًا حضرت ابوایوب انصاری ؓ کے مکان کے قریب واقع تھا کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری ؓ میز بانِ نبوی کی حیثیت سے رسولِ مکرم ﷺ کے لیے اس کنواں سے پانی لایا کرتے تھے اور غالبًا پورے سات ماہ کے قیامِ نبوی کے دَوران برابر اس کے شیرین پانی سے آپ ﷺ کو سیراب کرتے رہے تھے:

"كانَ اَبُوایوب حِیْنَ نزل عندهُ النبی صلیٰ اللهُ علیهِ وسلم یستعذب له الماء من بئرمالك بن النضر والد انس"۔[19] واضح رہے کہ یہ دلچسپ اور اہم روایت بھی حافظ شارح نے الواقدیؒ کی روایت سے نقل کی ہے جو حضرت ابورافع ؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت سلمیٰ ؓ کی سند پر مروی ہے۔اس روایت کے بارے میں فکر اور احتیاط کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ کے ملبوسات:

یہ ایک حقیقت ہے کہ آیاتِ قرآنی میں لباس کو انسان کی ایک ضروری تہذیبی، دینی اور سماجی قدر کے طور پر پیش کیا گیا۔ وہ جسمِ انسانی کے ستر کو چھپاتا ہی نہیں اسے زیب وزینت سے آراستہ بھی کرتا ہے۔ اسی بنا پر لباس کے لیے ساتر ہونا ضروری ہے اور باعثِ زینت بھی۔ دینی لحاظ سے محض ستر پوشی کافی نہیں ہے زینت کی پوری رعایت بھی لازمی ہے۔ خاص عباداتِ نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکمِ ربانی بہت واضح طور پر موجود ہے۔ حدیث اور سنت سے اس کی پوری تصدیق اور تائید ہوتی ہے۔ حضور پر نور ﷺ پورے ساتر وزیب وزینت والے لباس کے ساتھ ہی نمازیں ادا فرماتے تھے۔ اور یہی صحابہ کرام کا خاص معمول اور ان کے جانشینوں کا عملی اصول بھی رہا ہے، اور یہ مزاج شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق بھی ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ کے کپڑوں اور لباسوں بالخصوص رسولِ مکرم ﷺ کے ملبوسات کے مطالعہ سے لباس کے اسلامی احکام واضح ہوں گے۔ اب عہدِ نبوی ﷺ کے مختلف کپڑوں اور اُن کی قسموں کا تذکرہ خوش اسلوبی کے ساتھ کیا جائے گا۔ **"ثوب"** عام کپڑے اور سلے ہوئے لباس دُونوں معنی میں عربی میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع "ثیاب" بھی سب پر محیط ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی کپڑے کے ہیں۔ اسی بنا پر اس کا اطلاق ہر طرح کے کپڑے پر کیا جاتا ہے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ قرآنِ مجید میں "ثوب" تو استعمال نہیں ہوا مگر اس کی جمع ثیاب مختلف تراکیب کے ساتھ آئی ہے اور ان سب میں سلے ہوئے کپڑوں کے معنی میں ہے۔ احادیثِ نبوی ﷺ اور سیرتِ طیبہ کی کثیر کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔[20]

☆۔ عہدِ نبوی ﷺ میں اقسامِ لباس:

زیریں جامے، اُوپری بدن کے ملبوسات، عام ملبوسات یعنی لباس کے اوپر لباسِ فاخرانہ، سرِ عزیز ڈھانکنے کے ملبوسات، پیروں کے ڈھانکنے کے لباس یعنی جوتے، تقریبات کے ملبوسات وغیرہ کا ذکر زیادہ تر سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔

☆۔ زیریں جامے: اِزار جسم کے زیریں حصہ - ناف یا کمر سے ٹانگوں تک ڈھانپنے والے کپڑے کو اِزار کہتے ہیں۔ اردو میں اسے تہمد، تہبند یا لنگی کہا جاتا ہے۔ وُہ بالعموم ایک چادر نما کپڑا ہوتا ہے جس سے اس حصہ بدن کو ڈھک لیا جاتا ہے۔ وہ بلا سلا ایک لباس ہوتا ہے۔

☆۔ ازارِ نبوی ﷺ: بہت سے احادیثِ مبارکہ میں رسولِ مکرم ﷺ کے ازارِ مبارک کا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ ازار ہی استعمال فرماتے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مکہ معظّمہ کے سماج میں، جس میں آپ ﷺ کی نشو ونما ہوئی، ازار ہی رائج تھا اور اسی طرح مدینہ منورہ میں اسی کا چلن تھا۔ یہ ایک سماجی، تہذیبی اور معاشرتی قدر کا مسئلہ تھا۔ اس کی دینی حیثیت صرف اتنی ہے کہ وہ لباسِ نبوی رہا ہے، لہٰذا کوئی شخص صرف متابعتِ نبویؐ میں اس کا استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اسے احسن بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

☆۔ سراویل کا ذکر: مختلف اَحادیث میں اِزار کا متبادل لباس سروال (جمع سراویل) آتا ہے۔ اس کا دُوسرے کپڑوں کے ساتھ ذکر نماز پڑھنے کے جواز میں آتا ہے، اسی طرح احرام باندھنے والے کے لباس احرام کے ذکر میں بھی آتا ہے جہاں وہ بطور احرام ایک ممنوع لباس ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے سراویل کی انتہائی مختصر تشریح میں صرف یہ لکھا ہے کہ ابنِ سیدہ کے مطابق سراویل فارسی سے معرب ہے ۔ غالبًا اس کی اصل شلوار ہے۔ دُوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ سلا ہوا لباس ہوتا تھا۔[21]

☆۔ بالائی بدن کے ملبوسات:

یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ تمام مذاہب اور متمدن معاشروں میں بالعموم دُولباسوں پر مشتمل جوڑا پہننے کا رواج قدیم زمانے سے رہا ہے۔ ایک زیریں جامہ اور دُوسرا بالائی بدن کا لباس۔ ان دُونوں کے جوڑ سے ہی لباس کا جوڑا بنتا ہے جو معمول کا لباس ہے۔ صرف ایک لباس ازار۔زیریں جامہ اور بالائی لباس رِداء، بردہ وغیرہ سے ستر پوشی کسی خاص وجہ سے ہوتی تھی۔ الجامع البخاری کی ایک حدیث میں لازمی طور پر خالص اسلامی ،تمدنی اور دینی وتشریعی کا ذکر بہت خوبصورت انداز میں ملتا ہے۔ ایک کپڑے میں نماز کے جواز کا فتویٰ اور واقعہ ہونے کے باوجود نبی مکرم ﷺ کا حکم اور عمل یہی ہے کہ پورے جوڑے میں نماز پڑھی جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جب وسعت دی تو انسان۔مسلمان اپنے کپڑے اپنے جسم پر جمع کرکے نماز ادا کرتا تھا: ایک شخص اِزارو چادر میں،ازار و قمیص میں،ازار وقباء میں،شلوار۔پاجامہ وچادر میں،سراویل و قمیص میں، سراویل وقباء میں اور تبان و قمیص میں اور بقولِ راوی حضرت ابوہریرہؓ تبان اور چادر (رِدَاء) میں نماز پڑھتا تھا۔[22]

واضح رہے کہ اَب اجمالی طور پر تمام تر ملبوساتِ عہدِ نبوی ﷺ کو ذکر کرنے کی کوشش کرینگے ان شاء اللہ عزوجل۔ جبہ، حلہ، قمیص، جبہ نبویؐ، جبہ سندس (ریشمی کپڑے کا جبہ)، جبہ صوف، جبہ رُومیہ صوف، جبہ شامیہ، عام ریشمی جبہ، جبہ طیالسۃ کسروانیۃ، جبہ صحابہ کرام اور اکابرِ عرب، عبُاء (لمبے چوغے)، نبوی عُباء، عبائے صحابہ واکابرِ عرب، قُباء (ایک لمبا چوغہ نما لباس)، نبوی قُباء (حضورؐ کے قُباء پہننے اور فروج حریر پہن کراُتار دینے دُونوں کی روایات ملتی ہیں)، قُبائے صحابہ، حُلہ (بدن کے بالائی حصہ کی ستر پوشی کے لیے ایک لمبا اور شاندار لباس تھا)، حلہ نبویؐ، حلۃُالحمراء، سوتی حلہ۔حلۃُالحِبرہ (یہ معمولی، سادہ سوتی حلہ ہوتا تھا)، غزوات میں حلہ مبارک، حلہ اصحابِ کرام اور اکابرینِ عرب، قمیص یعنی عام لباس، قمیصِ نبویؐ، کفن کے لیے قمیص نبویؐ کا عطیہ، قمیصِ صحابہ واکابرِ عہد، درع ۔یمنی قمیص، درع نبویؐ، بردۃ (اِزار کی مانند ایک اور لباس عہدِ نبویؐ تھا)، نبوی برد، عہدِ نبویؐ کے رِداء (عام طور پر برد اور رداء دُونوں میں کم فرق ہے)، رداءِ نبویؐ، ردائے اصحابِ کرام، خمیصہ نبویؐ، یہ بھی ایک خاص چادر کا نام ہے، شملہ۔چادر، شملہ نبویؐ، دھاری دار چادریں۔ نمرۃ، نماز، شملہ صحابہ کرام۔ یہ چادروں کی اقسام دیگر کی مانند صحابہ کرام بھی اس کی خاص قسم شملہ پہنتے اوڑھتے تھے۔ وُہ عام لباس معلوم ہوتا ہے جس طرح اس کی دُوسری اقسام بردہ، خمیصہ، حمیلہ، رِداء، وغیرہ عام ملبوساتِ شرفاء تھے۔ وہ بالائی بدن کوڈھانکنے یا اس کی ستر پوشی کا لباس تھا۔ بالعموم روایات میں بیک وقت صرف ایک شملہ پہننے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن صحابہ کرام میں سے بعض کے پاس دُو دُو شملہ تھیں جن کو وہ بیک وقت استعمال کرتے تھے۔ ایسی ہی روایت درج ذیل ہے:

حضرت سلمانِ فارسیؓ کا بیان ہے کہ میں رسولِ مکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ بقیعُ الغرقد میں ایک جنازے کی مشایعت میں تشریف لائے ہوئے تھے اور اصحابِ کرام کے ایک گروہ کے درمیان موجود تھے۔ حضرت سلمانِ فارسیؓ کے بیان کے مطابق ان کے جسمِ مبارک پر اس وقت دُو چادریں تھیں: "وعلیٰ شملتانِ لی"۔ انہوں نے رسولِ مکرم ﷺ کو سلام کیا اور پشتِ مبارک کی طرف گیا تاکہ مہرِ نبوت کا دیدار کرسکوں جس کی توصیف ان کے "صاحب" نے کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے میرا ارادہ بھانپ لیا تو اپنی مبارک پشت سے اپنی چادرِ مبارک (رِداء) گرادی اور میں نے مہرِ نبوت دیکھ لی۔[23]

ملحفہ۔اُوپری بدن کی چادر (اس کا قریبی لغوی مفہوم لحاف سے ہے جو رضائی کے معنی میں آتا ہے)، رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک بھی

لباسِ مردانہ کا ایک ناگزیر حصہ تھا۔آپؐ ہمیشہ عمامہ باندھتے تھے اس میں مکی اور مدنی دَور یابعثت سے قبل وبعد کا سوال ہی نہیں کیاجاسکتاہے۔یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ مکی عماموں کے حوالے قریب قریب صفر ہیں جبکہ مدنی دَور کے عمامہ کی روایات واحادیث بہت زیادہ ہیں اور آپؐ کے اسفارِ دینی اور غزوات کے حوالے سے ان کا ذکر مستقل ملتاہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ عمامہ آپؐ کو بہت زیادہ پسند تھا،اس لیے اہم مقامات اور غیر معمولی حالات میں اسی کے آثارِ مبارک زیادہ ہیں۔آپ ﷺ دُوسرے رنگوں کے عمامے بھی باندھے ہیں اور اُن کے رنگ بھی مختلف ہوتے تھے۔[24]

عمامہ قطری: رسول اللہ ﷺ کے دُوسرے عمائم میں ایک قطری عمامہ باندھنے کا ذکر حضرت انس بن مالکؓ نے کیاہے کہ آپ ﷺ نے وضوفرمایاتو دستِ مبارک عمامہ کے نیچے ڈال کر سر مبارک کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ نہیں اتارا: "رأيتُ رسولَ اللهِ صَلىٰ اللهُ عليهِ وسلمَ يَتوضأ وعليهِ عمامة قطرية،فادخل يدهُ مِنْ تحتِ العمامة فمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة"۔[25]

عمائمِ صحابہ کرام بھی تھے،ٹوپی۔قلنسوۃ،نبوی قلنسوۃ عہدِ نبوی ﷺ کی سب سے مشہور اور معروف تھی اور ان کے علاوہ عورتوں کے بھی مخصوص لباس بڑے مشہور تھے۔ان میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔دِرَع: یہ خواتین کی ایک خاص قمیص ہوتی تھی،نطاق: یہ کپڑے کا ایک ٹکڑا جس کو عورتیں کمر پر باندھتی ہیں اور جس کا بالائی حصہ نچلے حصہ پر اور نچلا حصہ زمین تک لٹکتا رہتاتھا۔خمار: خواتین کے سر کی اوڑھنی کو خمار کہاجاتاہے۔مرط: یہ اُونی۔ریشمی چادرِ نسائی ہوتی تھی،یہ بھی خواتین کا ایک مخصوص لباس ہے،جلباب: یہ بھی ایک مشہور چادرِ نسائی کا نام ہے،اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآنِ مجید میں فرمایا: (يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ)[26] یعنی اے نبی مکرم ! ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اُوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔

☆۔آرائشِ بدن کی اقسام:

انسانی جسم :آرائشِ بدن میں دُوطرح کی چیزیں ملتی ہیں یااس کی دُونوعیتیں ہیں :ایک جسم کے مختلف اعضاء اور جوارح بالخصوص ظاہری اور کھلے رہنے والے حصے آرائش کی چیزیں ہیں،ان سے باطنِ جسم کی نظافت وغیرہ خارج نہیں۔اس کو جسمانی آرائش کہاجاتاہے۔دُوسری قسم وہ زیبائش ہے جوانسانی جسم اور بدن پر خارجی چیزوں کو سجانے اور سنوارنے اور آراستہ کرنے کی خاطر کی جاتی ہے۔جسمانی اعضاء وجوارح اور سارے قالب کی آرائش میں گیسو،چہرے اور اس کی چیزوں،دست وبازو اور پیر وقدم کی آرائش آتی ہے۔یہ اندرونِ بدن کی نظافت وتزین بھی ہے کیونکہ ظاہری اعضاء اور جوارح کی طہارت وزیبائش سے جوادراکِ جمال پیدا ہوتا ہے وہ اندرون کو بھی سنوارتا ہے جس طرح اندرونی تزکیہ اور طہارت اپنے خارجی مظاہر کو انسانی جسم وبدن پر بطورِ نظارہ خوبصورت دیکھنا چاہتی ہے،جیسے زیورات،خوشبو،عطریات وغیرہ۔

گیسوئے نبوی ﷺ:

یادرہے کہ جاہلی عَربوں میں بالوں کے مختلف انداز اور آرائشِ گیسو کے متنوع طریقے رائج تھے۔وہی اسلامی زمانے میں بھی آئے۔

رسولِ مکرم ﷺ نے اسلامی دین وشریعت کی ظاہری اور اندرونی حکمتوں کے پیشِ نظر اُن میں سے بعض کو قائم واستوار اور جاری رکھا کہ ان میں ظاہری حسن وجمال بھی تھا اور اس ظاہری تزئین وآرائش سے اندرون کی بھی تزئین وآرائش اور تحسین ہوتی تھی۔ان میں سے بعض ایسے انداز وطرق تھے جو ظاہری حسنِ اسلامی کو خراب کرتے اور اندرون میں بھی فتنہ وفساد پیدا کرتے تھے، لہٰذا ان سے منع کیا گیا۔

در حقیقت فطری طور پر رسولِ کریم ﷺ کو ہر شے-ظاہری، مادی، باطنی، اور رُوحانی-اعتدال اور توازن کے ساتھ عطا کی گئی تھی۔ شخصی فطرت کے ساتھ وہ فطرتِ اسلامی کی بھی شہادت اور دلیل تھی کہ اس عظیم ترین شخصیت اور اس کے پیغام اور دین میں کسی قسم کا تنافر اور تناقض نہیں ہے۔ شخصی حسن وجمال ایسا متوازن اور معتدل تھا کہ پہلی نظر میں آنکھوں میں سماجاتا اور دھیرے دھیرے اثر کرتا کہ آپ ﷺ سے زیادہ اور کوئی حسین ترین شخص نہیں ٹھہرتا۔شمائلِ نبویؐ کی روایات میں رسولِ مکرمؐ کے گیسوؤں کے بارے میں اسی اعتدال اور توازن کا ذکر ملتا ہے۔" آپؐ کے گیسوئے مبارک نہ تو بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے اور بلا پیچ بلکہ دُونوں کے درمیان ہونے کے ساتھ ساتھ ان دُونوں خصوصیات سے جُدا بھی نہ تھے"۔[27]

لِمّۃٌ(زلف جو کانوں کی لَو سے متجاوز ہو)،**جُمّۃٌ**(شانوں کے نیچے لٹکنے والے گیسو)،**وَفرۃٌ**(شانوں سے اوپر رہ جانے والے گیسو)، صحابہ کرام کے گیسو، عرب کے اکابرین کے گیسو، صحابیات وخواتین کے گیسو، آرائشِ گیسو کے احکام، ایک دن کے ناغہ سے تیل اور کنگھی کرنا، روزانہ آرائشِ گیسو کا حکم، آرائشِ گیسوئے نبویؐ، خواتین کی آرائشِ گیسو، ممنوعہ آرائشیں: مردوں کی مصنوعی آرائشیں: ریشِ نبویؐ، صحابہ کرام کی ڈاڑھی ومونچھ، خضابِ نبویؐ، خضابِ صحابہ کرام اور غیر ضروری بالوں کی صفائی بھی عہدِ نبوی ﷺ کے تمدنی رسومات میں جابجا ان کا تذکرہ خیر ملتا رہتا ہے۔[28]

☆۔خوشبو اور عطریات:

یہ ایک اصولی بات ہے کہ خواہ جسمانی نظافت ہو یا لباس کی پاکیزگی، دُونوں کو خوشبو کی ضرورت ہوتی ہے۔غسل اور دھونے کا عمل اولین مرحلہ طہارت ونظافت ہےاور اس کے بعد کا دُوسرا مرحلہ نظافت: جسم اور کپڑوں کو خوشبو، تیل وغیرہ سے آراستہ کرنا ہوتا ہے۔ اور جسمانی نظام میں بھی خوشبو کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے اشنان، سدر(بیری) وغیرہ کی اَوراق سے اس کا اہتمام مزید کیا جاتا ہے۔ وہ ایک فطری رُویہ اور قدرتی خواہش ہےاس لیے وہ اسلامی دین وشریعت کا ایک عمدہ اصولِ نظافت وطہارت اور عملِ پاکیزگی ہے۔

خوشبو وعطریاتِ نبویؐ:

یاد رہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے سرِ اقدس اور ریشِ مبارک میں عام طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ خوشبو لگاتی تھیں اور بہتر سے بہتر خوشبو لگاتی تھیں۔اسی طرح آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے یا اس وقت آپ ﷺ کے لباس میں بھی بہترین خوشبو لگاتی تھیں:"كنتُ اطيبُ النبيَ صَلىٰ اللهُ عليهِ وسلمَ عندَ احرَامهِ باطيب ما اجد"۔[29]

اور اسی ضمن میں بخاری شریف کی حدیث :۵۹۳۰ کے مطابق یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسولِ مکرم ﷺ کو حجۃُ الوداع کے موقع پر احرام اور حل دُونوں زمانے میں خوشبو لگائی تھیں۔اور اس بار خوشبو کا نام "ذریرہ" بتایا گیا ہے۔اس کے علاوہ جمعۃ المبارک کے موقع پر خوشبو لگانا، قربانی کے دن خوشبو لگانا روایات سے ثابت ہے۔بہترین خوشبو کا استعمال، عطردانِ نبوی ﷺ، صحابہ کرام کی

خوشبو، خلوق نامی خوشبو، خواتین کی خوشبو اور عام خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا مختلف روایات سے ثابت شدہ ہیں۔

☆۔عہدِ نبویؐ کے زیورات:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آرائش اور زیبائش کا ایک طریقہ زیورات سے جسم وبدن اور اس کے اعضاء وجوارح کو آراستہ کرنا ہے۔زیورات کے رجحانات عام طور پر عورتوں کی طرف جاتا ہے کہ زیور، انہیں کا سنگھار سمجھا جاتا ہے اور مردوں کے لیے اب وہ بالعموم عار مانا جاتا ہے۔قرونِ وسطیٰ کی تمام تہذیبوں اور ان کے معاشروں میں زیورات مرو وزن اور بچوں وبچیوں سب کے لیے ایک ضروری سنگھار سمجھے جاتے تھے۔عربِ جاہلی کے مختلف اَدوار میں اور اسلامی محمدیؐ کی تہذیب سے قبل دُوسری اسلامی تہذیبوں میں بھی مرد وعورت دُونوں زیورات استعمال کرتے تھے۔شریعتِ محمدیﷺ نے دُوسرے سماجی میدانوں، تہذیبوں وتمدنی علاقوں کی طرح زیورات کے باب میں بھی تکمیلی احکام و حدود مقرر فرمائے ۔قرآنِ مجید کی مختلف آیاتِ کریمہ میں زیورات کا ذکر بطورِ انعامِ الٰہی ملتا ہے اور گذشتہ قوموں کے حوالے سے بھی سورۃُ النحل اور سورۃُ الفاطر میں مفصل تذکرہ آیا ہے۔[30]

بابِ خاتم مبارک:

ناگفتہ نماند کہ رسولِ مکرمﷺ کی خاتمِ مبارک کا ذکر اور اس کے متعلق روایات اور واقعات بہت مشہور اور معروف ہیں۔محدثین علماءِ کرام نے اسی بنا پر خاتم یعنی انگوٹھی سے متعلق متعدد ابواب قائم کیے ہیں۔ان میں مختلف طبقاتِ مرد وزن کے زیورات بالخصوص خاتم۔ خواتیم کا بہت مفصل بیان ملتا ہے۔بخاری شریف میں زیورات کا وسیع تر باب اسی سے شروع ہوتا ہے اور دُوسری کتبِ حدیث میں بھی اسی کو نقطہ آغاز بنایا گیا ہے، لہٰذا ہم بھی اسی سے آغاز کرتے ہیں۔

خاتمِ نبویﷺ:

رسولِ مکرم صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں یہ خیال ہے کہ زیورات کا استعمال فرماتے تھے خاصا خام ہی نہیں بلکہ سوئے ظن بھی معلوم ہوتا ہے۔یقینی طور پر رسولِ مکرمﷺ کو اپنے مردانہ حسن وجمال اور نبوی جلال اور جبروت کے لیے زیور جیسی معمولی چیزوں سے آراستگی کی حاجت نہ تھی لیکن آپﷺ نے دستِ مبارک کی ایک انگلی میں انگوٹھی ضرور ہی پہنی، خواہ اس کا مقصد زیب وزینت کی بجائے نبوی فریضہ کی ادائیگی ہو۔صحابہ کرام اور ان کے بعد دُوسرے مَردوں کے لیے اسی خاتمِ نبویﷺ سے انگوٹھیاں پہننے کا جواز عطا ہوا اور ان کا استعمال عام بھی ہوا تھا۔محدثین علماء نے خاص اس سنتِ نبویؐ اور عملِ محمدیﷺ کے لیے اپنی اپنی کتبِ حدیث میں خاص ابواب باندھے ہیں اور ان میں احادیث نقل کی ہیں۔امام البخاریؒ نے خاتمِ نبویﷺ سے متعلق متعدد ابواب باندھے ہیں: ایک طلائی انگوٹھی (خواتیمُ الذَّهَبِ)، دُوسرا نقرائی انگوٹھی (خَاتمُ الفِضَةِ) پر اسی کا ایک ضمیمہ باب بلا عنوان ہے اور ایک باب انگوٹھی کے نگینہ (فصُ الخاتم) پر ہے۔[31]

صحابہ کرامؓ کی انگوٹھیاں:

بلاچون وچرا خاتمِ نبویؐ سے متعلق متعدد ابوابِ بخاری شریف اور ان کی متعدد روایات واحادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی انگوٹھی پہنتے تھے۔پہلے انہوں نے طلائی خاتمِ نبوی دیکھ کر طلائی انگشتریاں بنوائیں، رسولِ اکرمﷺ کے طلائی خاتم پھینک دینے کے بعد انہوں نے

بھی پھینک دیا اور پھر خاتمِ نبوی کی مانند نقرائی انگشتریاں بنوائیں اور اپنی اپنی انگلیوں میں پہنیں ظاہر ہے کہ اصحابِ کرام نے سرکاری مقصد سے نہیں بنوائی تھیں۔ حضرات خلفاءِ ثلاثہ نے بھی اسی مقصد سے پہنا تھا، اور وہ بھی صرف خاتمِ نبوی ﷺ ہی کو پہنا تھا جو ان کو بطورِ وراثتِ نبویؐ میں ملی تھی۔[32]

خواتین کی طلائی انگشتریاں و دیگر زیورات:

اسلامی خواتین کے لیے اجازت اور رُخصت کے علاوہ انگشتریوں کے باب میں خاص اجازت اور رخصت دی گئی ہے، اور اسی بنا پر محدثین حضرات میں سے امام بخاریؒ وغیرہ نے خاص کر رُخصت کے ابواب باندھے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کے باب کا عنوان ہی معنی خیز ہے: (بابُ الخَاتمِ للنِسَاءِ،وكانَ عَلىٰ عَائشةَ خَوَاتيم الذَهَبِ) ہے۔ اور بھی خواتین کے لیے مختلف زیورات کا ذکر احادیث شریف میں آیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: فتخ۔ بڑی انگوٹھی، زیوراتِ خواتین کا ذکر، زیورات کے عمومی حوالے کا ذکر، یہودی زیورات کا تذکرہ، ہاتھوں کے زیوراتِ خواتین کا ذکر، مسکتان (کنگن نما زیورِ دست کا نام) تھا، گلے کے زیورات میں ہار کا بہت زیادہ ذکر آیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار، حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق کا ہار، قلادہ (ہار)، طوقِ زریں کا بھی ذکر آیا ہے، طلائی زنجیر (سلسلۃ الذہب)، ہار (سخاب)، کانوں کے زیورات میں سے کانوں کی بالی (قرط)، رعاث نامی زیور، پیروں کے زیورات، خلخال نامی زیور، پازیبیں (اوضاح)، بچوں کے زیورات، سنار اور سناری کا بھی تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ مذکورہ تمام ذکر شدہ مختلف زیورات کو بکثرت عہدِ نبوی ﷺ کی خواتین استعمال کرتی تھیں۔

زیورات گڑھنے اور بنانے والے خاص لوگوں کے طبقات جن کو سنار (صائغ جمع صاغۃ وغیرہ) کہا جاتا ہے۔ سونے چاندی اور دُوسری دھاتوں کے علاوہ مختلف دیگر چیزوں کے زیور بنانے والے بھی تھے۔ اور ان سے کوئی شہر خالی نہ تھا۔ ان کے علاوہ زیورات کی فراہمی تجارت کے ذریعہ بھی ہوتی تھی اور وہ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں، یمن، ظفار وغیرہ کے علاوہ قریبی ممالک جیسے شام، عراق، حبشہ، ایران وغیرہ سے بھی لائے جاتے تھے اور ان کے ذریعہ دُوسرے بڑے اور مشہور مراکزِ زرگری سے بھی رابطہ ہوا کرتا تھا۔

سناری و زرگری کا ایک مختصر جائزہ:

واضح رہے کہ مکہ معظّمہ کے ایک طبقہ یا افرادِ زرگری کا تذکرہ تو ذرا کم ملتا ہے مگر زیورات کے استعمال سے ان کے وجود اور کارگذاری کا ظنِ غالب ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کے بارے میں سب سے مشہور زرگروں کا ذکر خوب ملتا ہے اور وہ بنو قینقاع کے یہودی زرگرو اور سناروں کا قبیلہ تھا۔ روایاتِ سیرت میں بہت صراحت کے ساتھ اور احادیث میں کافی وضاحت سے ان کے ماہرِ صناع اور فن کار زرگر اور سنار ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ہاتھی دانت اور دُوسری اشیاء کے زیورات بنانے والوں یا فروخت کرنے والوں کا ذکر حضرت فاطمہ الزہریٰ رضی اللہ عنہا اور اُن کے دُونوں صاحبزادگانِ گرامی: حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے احادیث میں آیا ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ نے اپنے مولیٰ حضرت ثوبانؓ کے ذریعہ اہلِ بیت کے لیے عاج (ہاتھی دانت) اور عَصَب (خوشبو دار لکڑی۔ہڈی) کے زیورات میں کنگن اور ہار منگوائے تھے۔[33]

یہ بات بھی یقینی طور پر قابلِ ذکر ہے کہ مکہ مکرمہ، بالخصوص مدینہ منورہ میں مسلم زرگر بھی تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ قینقاعی زرگروں کی

طرح ماہرِ فن نہ ہوں لیکن وہ کام چلاؤ یا اوسط درجہ کے سنار اور زر گر ضرور تھے۔مدینہ منورہ آج بھی فنِ زرگری میں مشہور ہے۔ اسلامی ریاست اور معاشرے کے دُوسرے علاقوں میں بھی بہر حال سنار اور زر گر لازمی طور پر تھے۔ کیونکہ بقول شخصے جہاں خواتین اور عورتیں ہوں گی وہاں زیوارات بھی ہوں گے اور زیورات ہوں گے توان کے بنانے والے بھی ہوں گے۔بعض خواتینِ خانہ بھی چاندی اور سونے کے تاروں سے اپنے ہلکے پھلکے زیورات خود بھی بنالیتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسولِ مکرم ﷺ سے اپنے ایک زیور فتخ۔ موتی انگشتریوں کے بارے میں عرض کیا تھا کہ میں نے ان کو آپ ﷺ کے لیے سجنے کی خاطر خود بنایا ہے: "صَنعتهن،اتزين لك يَارَسُوْلَ اللهِ صَلیٰ الله عَلَيْهِ وَسَلمَ"۔[34] اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خواتینِ خانہ اور صحابیات ہار، بالی، جھمکے اور دھاگوں میں پروئے جانے والے گھنگھرو وغیرہ اور بعض دُوسرے ہلکے پھلکے زیور خود بنالیا کرتی تھیں۔

خلاصہ کلام:

اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو سیرتِ النبی صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی امتِ مسلمہ کے لیے ہر دَور میں مشعلِ راہ کا کارنامہ انجام دیا،اور تامِ قیامت ہمارے لیے رُوزِ روشن کی طرح رہنمائی کرتی ہے۔اور مسلمان اپنے لیے سیرت النبی ﷺ پر عمل کرنے کو باعثِ فخر اور سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔واضح رہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سیر میں سے ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمدِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰت والتسلیمات کی سیرت ہی ایک ایسی جامع اور کامل بلکہ اکمل ہے کہ اس کے مقابلے میں دیگر سیر محفوظ اور مکتوب نہ ہونے کے ساتھ ساتھ نامکمل ہے۔اور ہمارے محبوب نبی مکرم صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہر دَور، ہر کیفیت، ہر حالت اور ہر صورت میں کماحقہ محفوظ اور مکتوب ہے۔اس مقالہ میں رسولِ مکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں سے: "ماکولات، مشروبات اور ملبوسات" کو بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت بیان کرنے کی سعی کی گئی تاکہ ہمارے معمولاتِ زندگی میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے کھانوں، مشروبات اور ملبوسات کو دنیائے عالم کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کرسکے کہ ہمارے محبوب صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی کا ایک ایک قیمتی قول وعمل اور سادہ زندگی کا لمحہ بہ لمحہ پوری انسانیت کے لیے ذریعہ نجات اور کامیابی کا راز ہیں۔واضح رہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے ماکولات میں سے مختلف کھانوں کی اقسام، لحمیات سے متعلق کھانا، معمول کا کھانا، گوشت وسبزی پر مشتمل کھانا، صرف سبزیوں پر مشتمل کھانا، کھانوں کی اوقات، زمانہ جاہلیت میں رات کے کھانے کا ذکر اور عہدِ نبوی ﷺ کے طعامِ شب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مشروبات کا تعارف کرتے ہوئے عہدِ نبوی ﷺ کے مشروبات کا تذکرہ کرنے کے بعد مکہ معظّمہ کے مشہور کنوئوں اور مدینہ منورہ کے معروف چاہوں کا تذکرہ بھی کیا گیا۔اور مقالہ کے آخری حصے میں ملبوسات کا تعارف کرتے ہوئے نبوی دَور کے لباس کی اقسام، بالائی بدن کے ملبوسات، آرائشِ بدن کی اقسام، گیسوئے نبوی ﷺ، خوشبو اور عطریات، نبوی خوشبو اور عطریات، نبوی دَور کے زیورات، بابِ خاتمِ مبارک، خاتمِ نبوی ﷺ، صحابہ کرام کی انگوٹھیاں، خواتین کی طلائی انگشتریاں اور زیورات اور آخر میں سناری اور زرگری کا ایک مختصر جائزہ لیا گیا۔

حوالہ جات

1۔ الانعام ۶: ۱۵۔

Al-Anam6:15.

2۔ شہاب الدین بن حجر العسقلانی، فتح الباری (بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ)، ج۹، ص: ۶۸۸۔

Shahabul Din Bin Hajar al Asqalani,Fathul Bari,Vol9(Beruot,Darul Marifah,1379H),688.

3۔ الانعام ۶: ۱۴۳-۱۴۴؛ الزمر ۳۹: ۶۔

Al-Anam6:143;Al-Zumar39:6.

4۔ مولانا شبلی نعمانی، سیرۃ النبی (لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۴۲۳ھ)، ج۲، ص: ۲۰۴۔

Mawlana Shibli Nuamani,Seertul Nabi(Lahore,Idara Islamiyat,1423H),Vol2:204.

5۔ سلیمان بن اشعث، سننِ ابی داود (بیروت، المکتبۃ العصریۃ، س ن)، رقم الحدیث: ۳۷۸۰۔

Sulaiman Bin Ashase,Sunn-e-Abi Daood(Beruot,Al-Maktabatul Misriyyah)Hadith No:3780.

6۔ البقرۃ ۲: ۶۱۔

Al-Baqarah2:61.

7۔ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (مصر، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم الحدیث: ۵۴۵۳۔

Muhammad Bin Ismaeel al Bukhari,Al-Jamul Saheeh(Misr,Dar Tawq al Najah,1422H), Raqmul Hadith:5453.

8۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبری (بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ)، ج۴، ص: ۳۱۲۔

Muhammad Bin Saad,Tabqatul Kubrah(Berout,Darul Kutub al Ilmiyah,1410H),Vol4:312.

9۔ العسقلانی، فتح الباری، ج۴، ص: ۱۸۰-۱۸۳؛ ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ)، ج۱، ص: ۶۴۵۔

Al-Asqalani,Fathul Bari,Vol4:180-183;Abu Muhammad Bin Hesham,Al-Seeratul al Nabviyah(Misr,Shirkat Maktabatul Mustafa al Babi al Halbi,1375H),Vol1:645.

10۔ البخاری، الجامع الصحیح (کتاب الصوم، باب اذا نویٰ بالنہار صوما)؛ العسقلانی، فتح الباری، ج۴، ص: ۱۸۰-۱۸۳۔

Al-Bukhari,Al-Jamul Saheeh(Kitabul Sawm,Bab Iza nawa Bil Nahari Sawma);Al-Asqalani, Fathul Bari,Vol4:180-183.

11۔ مالک بن انس، المؤطا (کتاب الجامع، والبدء بالاکل قبل الصلوٰۃ)۔

Malik Bin Anas,Al-Muata(Kitab al Jamia wal Badaa Bil Akli Qabl al Salat).

12۔ البخاری، الجامع الصحیح (کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجہن)۔

Al-Bukhari,Al-Jamul Saheeh(Kitabul Nikah,Bab Khuroojul Nisa Lehawaijhin).

13۔ البخاری، الجامع الصحیح (کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتیٰ شبع)؛ العسقلانی، فتح الباری، ج۹، ص: ۶۵۲۔

Al-Bukhari,Al-Jamul Saheeh(Kitabul al Atimahm,Bab Man Akal Hata Shabia);Al-Asqalani, Fathul Bari,Vol9:652.

14۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ()، ج۱، ص: ۴۸۵۔

Ibne Hesham,Al-Seeratul al Nabviyah,Vol1:485.

15۔ الانبیاء ۲۱: ۳۰۔

Al-Anbiya21:30.

16۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج۱، ص: ۱۵۹-۱۶۲۔

Ibne Hesham,Al-Seeratul al Nabviyah,Vol1:159-162.

17۔ آلِ عمران ۳: ۹۲؛ البخاری، الجامع الصحیح (باب استعذاب الماء، رقم الحدیث: ۵۶۱۱)۔

Aale Imran3:92;Al-Bukhari,Al-Jamul Saheeh(Babu Istiazab al Mai,Raqmul Hadiht:5611).

18۔العسقلانی، فتح الباری، ج۱۰، ص: ۳۰-۹۴۔

Al-Asqalani,Fathul Bari,Vol10:30-94.

19۔ایضا، ج۱۰، ص: ۹۴۔

Ayza,Vol10:94.

20۔المدثر ۷۴: ۴۔

Al-Muddasir74:4.

21۔ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳، ص: ۲۴۸۔

Ibne Saad,Tabqatul Kubrah,Vol3:248.

22۔البخاری، (کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء)؛العسقلانی، فتح الباری، ج۱، ص: ۶۱۶-۶۱۸۔

Al-Bukhari(Kitabul Salat fi al Qamees wal Saraweel wal Tibyan wal Quba);Al-Asqalani, Fathul Bari,Vol1:616-618.

23۔ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج۱، ص: ۲۲۰ (مبحثِ اسلام، سلمانِ فارسی)۔

Ibne Hesham,Al-Seeratul al Nabviyah,Vol1:220(Mabhs-e-Islam,Salaman Farsi).

24۔البخاری، الجامع الصحیح، (کتاب اللباس، باب العمائم، رقم الحدیث: ۵۸۰۶)۔

Al-Bukhari,Al-Jamia al SaHeeh(Kitabul Libas,Babul Amaim,Raqmul Hadith:5806).

25۔سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود (کتاب الطہارۃ، باب المسح علی العمامۃ)؛مالک بن انس، المؤطا—تنویر الحوالک (بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ)، ج ۱، ص: ۵۶۔

Sulaiman Bin Ashas,Sunn-e-Abi Dawood(Kitabul Taharah,Babul Mash ala al Amamah); Malik Bin Anas,Al-Muaata-Tanveerul Hawalik(Berout,Dar-e-Ahya al Turas al Arabi,1406H),Vol1:56.

26۔الاحزاب ۳۳: ۵۹۔

Al-Ahzab33:59.

27۔ابو عیسی محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی (بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن)، رقم الحدیث: ۵۹۰۵۔

Abu Isa Muhammad Bin Isa,Shamail-e-Tirmzi (Berout,Dar Ahya al Turas al Arabi),Hadith;5905.

28۔البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۸۸۹۔

Al-Bukhari,Al-Jamia al SaHeeh,Raqmul Hadith:5889.

29۔البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۹۲۸؛العسقلانی، فتح الباری، ج۱۰، ص: ۴۵۳-۴۵۴۔

Al-Bukhari,Al-Jamia al SaHeeh,Raqmul Hadith:5928;Al-Asqalani,Farhul Bari,Vol10:453.

30۔النحل ۱۶: ۱۴؛ الفاطر ۳۵: ۱۲۔

Al-Nahl16:14;Al-Fatir35:12.

31۔البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۸۶۵-۵۸۶۶-۵۸۸۶۷۔

Al-Bukhari,Al-Jamia al SaHeeh,Raqmul Hadith:5865-5866-58867.

32۔العسقلانی، فتح الباری، ج۱۰، ص: ۳۹۳-۳۹۵۔

Al-Asqalani,Farhul Bari,Vol10:393-395.

33۔سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۴۲۱۳—

Sulaiman Bin Ashas,Sunn-e-Abi Dawood,Raqmul Hadith:4213.

34۔ایضا، رقم الحدیث: ۱۵۶۵—

Ayza,Hadith No:1565.